تعارف

عالمگیریت کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ فی الحقیقت اس کے پروان چڑھنے کا عمل مدتوں سے جاری ہے۔تاہم حالیہ عشروں کے دوران اس معاملے میں دوایسی خصوصیات پیدا ہوئی ہیں جنہوں نے اسے مزید نمایاں کردیا ہے۔ان میں سے ایک اس کی چونکا دینے والی رفتار ہے' انسانیت آج واقعی زبان زد عام محاورے کے مطابق عالمی گاؤں کی باسی ہے۔دوسرے یہ کہ حالیہ عرصے میں عالمگیریت انسانی زندگی کے چند گوشوں تک محدود نہیں رہی بلکہ اس نے ہمارے وجود کے ہر پہلو کی صورت گری کو اپنے دائرے میں سمیٹ لیا ہے۔موجودہ عالمگیریت کی تیز رفتاری اور تمام پہلوؤں تک وسیع پھیلاؤ نے اس بحث میں یہ نئے باب کھولے ہیں کہ یہ رجحان انسانی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہورہا ہے، اس کے فراہم کردہ مواقع کو بہتر طور پر کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے، اوران خطرات سے کیونکر بچا جاسکتا ہے جو اس سے جنم لے سکتے ہیں۔

اس بحث کا ایک بہت اہم نکتہ یہ ہے کہ کیا عالمگیریت سب کے لیے اچھی ہے اور خاص بات یہ کہ کیا مساوی طور پر ایسا ہے؟ جہاں تک اس سوال کے دوسرے حصے کا تعلق ہے تو ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمگیریت کے فوائد میں، چاہے وہ جو بھی ہوں، سب برابر کے شریک نہیں ہیں۔خصوصاً ترقی پذیر ملکوں کے لوگ اپنے آپ کو پریشان کن محرومی کی کیفیت میں مبتلا پاتے ہیں۔عالمگیریت سے کچھ پانا تو دور کی بات ہے، ان ملکوں کے لوگ عام طور پر اس عمل کے اُس کنارے پر ہیں جہاں وہ صرف دینے والے ہیں۔اس صورت حال نے انہیں متعدد نئے چیلنجوں سے دوچار کردیا ہے۔اسی بناء پر بعض لوگ یہ رائے رکھتے ہیں کہ دنیا میں عالمگیریت کا موجودہ دور، بڑی حد تک استعماریت یعنی نوآبادیاتی نظام کی توسیع ہے۔

آج کی مسلم دنیا بالعموم ترقی پذیر ملکوں پر مشتمل ہے۔ تاہم ان متعدد چیلنجوں کا' جو دوسرے ترقی پذیر ملکوں کو بھی درپیش ہیں' سامنا کرنے اور یہ طے کرنے کے ساتھ ساتھ کہ ان سے کیسے نمٹا جائے، مسلم دنیا اسلام کی طرف بھی رجوع کرتی ہے جو اس کے لیے کلیدی قوت محرکہ ہے۔ ترقی پذیر ملکوں میں مسلمان اس بارے میں اہم اور فوری نوعیت کے سوالات پوچھ رہے ہیں کہ عالمگیریت کے معاملے میں اپنے عقیدے کی رو سے انہیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ ان سوالوں کا جواب دینے کے لیے، دنیائے اسلام اور مغرب، دونوں جگہ کوششیں کی گئی ہیں۔

اِن میں سے بعض کاوشوں کو آئی پی ایس کی جانب سے شائع ہونے والی کتاب Essays on Muslims and the Challenges of Globalization میں پیش کیا گیا ہے۔ ''مغرب اور اسلام'' کے اس خاص شمارہ میں اس کتاب کا ایک حصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اسے اُردو کے قالب میں ڈھالنے کا اہم فریضہ جناب ثروت جمال اصمعی نے انجام دیا ہے۔ ان منتخب مقالات کا دوسرا حصہ بعد ازاں پیش کیا جائے گا۔ یہ عالم اسلام اور اس کے ساتھ ساتھ مغرب کے ممتاز دانشوروں کے تحریر کردہ اُن مقالات کا مجموعہ ہے، جو آئی پی ایس کے جرنل 'پالیسی پرسپیکٹیوز' میں وقتاً فوقتاً شائع ہوئے۔ یہ مجموعہ عالمگیریت کی موجودہ شکل اور مضمرات کے بارے میں بہت سے پریشان کن سوالات کا حقائق پر مبنی تناظر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس حوالے سے اسلامی رویے، غلبہ اسلام کی جدوجہد سے اس کے تعلق' اور مسلمان پالیسی سازوں کے لیے اس کی فروعات پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔

ان مقالات پر حسب ضرورت نظر ثانی کی گئی ہے، انہیں تازہ ترین معلومات کے مطابق ڈھالا گیا ہے اور اساسی موضوعات کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ شروع کے مقالات میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ عالمگیریت کیا ہے، اس کی جہتیں اور حرکیات کیا ہیں، اور دنیا پر مختلف پہلوؤں سے اس کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ ابتدائی باب میں Roger Van Zwanenberg نے آج کی دنیا میں استعماریت کے پھیلاؤ اور اس کے مختلف چہروں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے عالمی سرمایہ داری کو دَورِ حاضر کی استعماریت کے مرکزی عنصر کی حیثیت سے اجاگر کرتے ہوئے بتایا

ہے کہ دنیا آج کس طرح پیداوار اور اس کے استعمال کے بدترین استحصالی نظام سے دوچار ہے جس میں طاقتور ملکوں کی سامراجی دسترس تمام حدود سے بالاتر ہے۔

کثیرالقومی اور چندقومی کاروباری ادارے (Multinational and Transnational Corporations)، اگلے مقالے کا موضوع ہیں۔ خالد رحمٰن نے واضح کیا ہے کہ ان اداروں کی کارروائیوں اور پھیلاؤ نے عالمگیریت کی موجودہ لہر میں کس طرح اس حد تک غلبہ حاصل کرلیا ہے کہ دنیا کی ۱۰۰ سب سے بڑی معیشتوں میں سے ۵۱ کثیرالقومی کاروباری ادارے ہیں۔ مصنف نے پوری دنیا کے ساتھ ساتھ ان معاشروں میں طاقت کے اس ارتکاز کے اثرات کا خاص طور پر جائزہ لیا ہے جو ان اداروں کو چلا رہے ہیں۔ سرمایہ کاری کے پھیلاؤ، اقتصادی سرگرمیوں اور ترقی، اور کاروباری اداروں کی خیراتی مدات سے ہونے والی فلاحی سرگرمیوں سمیت' ان کثیرالقومی اور چندقومی اداروں کی مثبت کارکردگی پر گفتگو کے ساتھ ساتھ ان کے کم خوشگوار اور زیادہ نقصان دہ اثرات ونتائج پر بھی بات کی گئی ہے جن میں غیر کاروباری شعبوں میں بھی ان طاقتور اداروں کو فیصلہ کرنے کا اختیار دینے کی صورت میں قومی اور عوامی مفادات پر سمجھوتے، ایسی ثقافت کی تخلیق اور لوگوں کی ایسی ذہن سازی شامل ہے جس کے تحت زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنا اور خرچ کرنا ہی زندگی کی واحد قدر اور واحد مقصد قرار پاتا ہے۔

تیسرے مقالے میں Francis Verillaud نے لبرلائزیشن کے اس عمل کا تجزیہ کیا ہے جو پوری دنیا کے اعلیٰ تعلیمی اور تحقیقی اداروں میں جاری ہے۔ مصنف نے وضاحت کی ہے کہ کس طرح علم، جس پر عوام الناس کا سب سے پہلے اور سب سے زیادہ حق ہے، ہماری دنیا میں بازار کی جنس بنتا چلا جارہا ہے۔ انہوں نے انسانی معاشروں کے مفادات کے تحفظ کے لیے نئی حرکیات کو عمل میں لانے کی فوری ضرورت واضح کی ہے۔ ان کے مطابق اس کے لیے اعلیٰ تعلیم وتحقیق کی مسابقتی ترقی اور اس کے عوامی خدمت کے مقصد کے درمیان ایک توازن ڈھونڈا اور قائم کیا جانا چاہیے۔

آخری تین مقالے مسلم دنیا کے لیے عالمگیریت اور اس کے مضمرات پر اسلامی تناظر اور نقطہ نظر

کو واضح کرتا ہے۔ اس حصے میں بتایا گیا ہے کہ عالمگیریت کے حوالے سے اسلام کا رویہ جامع اور زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق ہے۔ تاہم اس حصے میں زیادہ تر معاشی پہلو پر بات کی گئی ہے۔

ڈاکٹر عمر چھاپرا نے عالمگیریت پر اسلام کے عمومی رویے کے حوالے سے گفتگو کی ہے۔ مصنف وضاحت کرتے ہیں کہ احترام، تحمل اور دوسرے لوگوں کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کے اسلامی اصول، عالمگیریت کے باعث آج کی سمٹی ہوئی دنیا میں زیادہ ضروری اور برمحل ہوگئے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ اسلام اگرچہ عالمگیریت کے کلیدی عنصر، اقتصادی ترقی اور اس کے لیے باہمی قربت اور تعاون کا حامی ہے مگر بے انصافی کو برداشت نہیں کرتا جس کے نتیجے میں کوئی طاقتور قوم یا اقوام کا کوئی گروہ باقی دنیا خصوصاً کمزور ملکوں پر اپنی اقدار مسلط کردے۔ اقتصادی تعاون کا نتیجہ پوری دنیا میں مساوی ترقی اور خوش حالی کی شکل میں نکلنا چاہیے جبکہ فی الوقت ایسا نہیں ہورہا ہے۔ سماجی قربت اور تعاون ہونا چاہیے مگر ثقافتی قدروں کی تبدیلی کی قیمت پر نہیں۔ اسی طرح سیاسی تعاون بھی مطلوب و پسندیدہ ہے مگر صرف باہمی احترام کے ذریعے، نہ کہ طاقت کے بل پر۔

اگلے مضمون میں معاصر عالمگیریت کے بارے میں زمینی حقائق اور ان کے حوالے سے مسلم دنیا کے مطلوبہ طرز عمل کو موضوع گفتگو بنایا گیا ہے۔ پروفیسر خورشید احمد وضاحت کرتے ہیں کہ عالمگیریت، جس پر امریکی-یورپی قوتوں کی چھاپ نمایاں ہے، آج کس طرح انتہائی طاقتور قوموں کی جانب سے دنیا کے نظام کو نئی شکل میں ڈھالنے کے لیے بنیادی ڈھانچے کے طور پر سرگرم عمل ہے۔ استعماری دور کے بعد کی ہماری دنیا میں غیر منصفانہ اور نامساوی طاقت اور ترقی کے ساتھ بے لگام عالمگیریت، صورت حال کو بد سے بدتر کرنے کے سوا کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرسکتی۔ امت مسلمہ کو، جو تاریخ کی رو سے عالمی برادری کی بہترین مثال ہے، اپنے آپ کو داخلی طور پر مضبوط اور مستحکم کرکے منظم تیاری کے بعد واضح شعور کے ساتھ دنیا سے روابط استوار کرنے چاہئیں۔

آخری مضمون میں ڈاکٹر چھاپرا بحث کو آگے بڑھاتے ہیں۔ مصنف نے روایتی معاشیات کی ان کمزوریوں کو واضح کیا ہے جو اسے ورثے میں ملی ہیں اور جن کی وجہ سے وہ دنیا کو درپیش بنیادی

اقتصادی چیلنجوں کا جواب دینے میں ناکام ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ روایتی معاشیات عالمی سطح پر ایسی ہم آہنگی اور تعاون کے فروغ میں ناکام رہی ہے جو تمام ملکوں میں ترقی کی رفتار کو یکساں طور پر بڑھا سکے، آمدنی اور دولت کی تقسیم میں پائی جانے والی عدم مساوات کو ختم کرنے کے لیے وسائل کے مؤثر اور مساوی استعمال کی راہ ہموار کرے، معاشی اور مالیاتی استحکام کو یقینی بنائے، بازار، خاندان اور معاشرے سمیت تمام انسانی اداروں کے مؤثر استعمال کے لیے سازگار حالات پیدا کرے، اور حکومت کا کام صرف معاشی ترقی کے عمل کو بڑھانا نہیں بلکہ جرائم، کشیدگی اور بے اصولی کو کم کرنا بھی ہو۔ اسلامی معاشیات ان معاملات کو کس طرح حل کرتی ہے، ڈاکٹر چھاپرا نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

امید ہے قارئین اس خاص شمارہ میں ہماری بدلتی ہوئی دنیا کے حوالے سے غور و فکر کا خاصا سامان پائیں گے۔ ان تمام مباحث سے ابھرنے والا کلیدی پیغام یہ ہے کہ اگرچہ عالمگیریت اپنے اندر انسانیت کی فلاح و ترقی اور خوش حالی کا بڑا سامان رکھتی ہے، اس کے باوجود انسانوں کی بہت بڑی اکثریت فی الوقت ان فوائد سے محروم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بین الاقوامی نظام غیر منصفانہ ہے۔ ایسی دنیا میں عالمگیریت کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا کہ کمزوروں کو مزید نقصانات کا سامنا کرنا پڑے اور طاقتوروں کو مزید فائدے حاصل ہوتے رہیں۔ یہ مسلسل استحصال نہ صرف انسانیت کے مصائب اور مشکلات کو بڑھاتے چلے جانے کا سبب ہے اور اس کے نتیجے میں بین الاقوامی تصادم کا خطرہ بڑھ رہا ہے بلکہ درحقیقت یہ تصادم شروع ہو چکا ہے۔ سماجی اقتصادی عدل، عالمی امن کے لیے لازمی ضرورت ہے۔ لہٰذا عالمگیریت کی موجودہ ہمہ گیر لہر کو لازماً ان بنیادی اخلاقی اصولوں کے تابع کیا جانا چاہیے جن کی تعلیم مختلف مذاہب خصوصاً اسلام میں دی گئی ہے۔

اس خاص شمارہ کی تیاری کے حوالے سے جن ساتھیوں کا شکریہ خاص طور پر واجب ہے ان میں جناب ثروت جمال اصمعی، متقین الرحمٰن، فرقان کاکڑ اور فضل الرحمٰن شامل ہیں۔ جن کا تعاون مختلف مراحل میں حاصل رہا۔

مدیران